ایران میں چار اہم ابتدائی ماہرین اقبالیات

علی بیات

ABSTRACT:

Allama Iqbal (1877...1938), as a poet of Persian, had passionate feelings about Iran and its literary heritage. In this article, the writer introduces four important Irani scholars who introduced Iqbal and his thought in Iran. These scholars are : Syed Muhammad Ali Larejani(1295-1371HS), Syed Muhmmad Muheet Tabatabai (1901-1992), Saeed Nafeesi (1895-1966), Dr. Syed Ghulam Reza Saeedi (1895-1988).

Keywords: Iqbal Lahori, Iran, Syed Muhammad Ali Larejani, Syed Muhmmad Muheet Tabatabai ,Saeed Nafeesi, Dr. Syed Ghulam Reza Saeedi.

اگر، شاعر مشرق، جوانان عجم کے مشفق، شاعر امروز و فردا، علامہ اقبال کو ایران کا سفر میسر ہوتا تو یقیناً فارسی ادب اور خود ایران اور ایرانیوں کے لیے مزید باعث برکت ہوتا۔ افسوس کی بات ہے کہ جس آرزو کو علامہ اقبال اپنے دل میں پالتے رہے وہ کبھی پوری نہ ہو سکی۔ اس کے باوجود دیر سے سہی لیکن بالاخر گوہر شناسوں اور قدر دانوں کے ذریعے آپ کا پیمبرانہ پیغام اس علم پرور اور علم دوست سرزمین میں پہنچا۔ محمد علی داعی الاسلام نے 1929ء یا 1930 میں اپنے ایک مختصر رسالے میں آپ کا بہ طور ایک فارسی شاعر کے تعارف پیش کیا۔ علامہ اقبال کے سفر افغانستان کے بعد اس ملک کے فارسی گو شعرا ان کی ادبی شان اور عالی خیالات سے بڑی حد تک واقف ہوئے۔ اس سفر کی خبر ایران تک پہنچی اور افغانستان کے شعرا اور ادبا ہی کے ذریعے علامہ اقبال کے فارسی کلام اور خیالات سے چند ایرانی دانش ور بھی واقف ہو گئے۔ اس کے بعد علامہ اقبال اور ایک ایرانی دانش ور استاد سعید نفیسی کے درمیان خط کتابت کا مختصر سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ استاد سید محمد محیط طباطبائی بھی اسی دور میں علامہ اقبال کی شاعری

سے واقف ہوکر، اس کے گرویدہ ہوگئے اور تمام عمر علامہ اقبال کی شاعری اور فلسفے کے مداح رہے۔ انھی اساتذہ نے ایران کی ادبی محافل میں بہ تدریج ان کو متعارف کروایا اور یوں علامہ اقبال کے کلام اور اس کے بعد ان کے فلسفے اور انقلابی خیالات سے ایرانی خواص وعوام نے اطلاع حاصل کی۔ ڈاکٹر سید غلام رضا سعیدی نے علامہ اقبال کے خیالات سے متاثر ہوکر تشکیل پاکستان کی بھرپور حمایت کی اور ان کے افکار کی نشر واشاعت کے سلسلے میں کوشاں رہے۔ یہ دانش وران چند ابتدائی ایرانی ماہرین اقبالیات میں سرفہرست ہیں۔ مضمون میں یہ دیکھنا ہے کہ انھوں نے کس زاویے سے علامہ مرحوم کے افکار وخیالات کو دیکھا، پڑھا، سمجھا اور کس طریقے سے ان کا تعارف کروایا۔

علامہ اقبال ایرانیوں کی نظر میں ایک ایسے مفکر ہیں جن کی فکری تخلیقات، تمام ابنائے بشر، خاص طور پر مسلمانوں کے لیے قابل عمل نسخہ حیات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انیسویں صدی کے آخر میں اور بیسویں صدی کے نصف اول میں مشرقی اقوام کے حالات بشمول مسلمانوں کے احوال، ناگفتہ بہ تھے۔ اس درد کا مشاہدہ کرنے اور ان پر غور وخوض کے بعد، علامہ اقبال نے قرآنی اور اسلامی تعلیمات کی مدد سے، مسلمانوں کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے ایسے راستے دکھائے کہ اگر مسلمان قومیں صحیح طور پر ان راستوں پر گامزن ہوجاتیں، تو یقیناً اِس وقت ان کی یہ دردانگیز حالت نہ ہوتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال کی اپنی حیات میں بیش تر اسلامی ممالک میں ان کا صحیح تعارف نہ ہوسکا۔

نوائے من بہ عجم آتش کہن افروخت
عرب ز نغمہ شوقم ہنوز بی خبر است [۱]

محیط طباطبائی لکھتے ہیں: " از سالھای 1303 ش تا 1305 ش کہ بہ عنوان محصل شعبہ ادبی در دارالفنون تہران با استادان بہ نامی ہمچون شمس العلماء گرکانی ومیرزا عبدالعظیم قریب از نزدیک تماس وگفتگو داشتم وگاہی رشتہ سخن از فارسی ایران بہ فارسی ہند کشیدہ می شد، بہ یاد ندارم کہ نام اقبال لاہوری شاعر بر زبان یکی از فضلای روزگار تحصیل رفتہ باشد۔" [۲]

شمس العلماء گرکانی (1853ء-1927ء) اور میرزا عبدالعظیم قریب (1879ء-1965ء) دونوں بیسویں صدی کے مشہور ادیبوں اور اساتذہ میں شمار ہوتے، محیط طباطبائی کہتے ہیں کہ انھوں نے ان اساتذہ کی زبان سے 1926ء تک علامہ اقبال اور ان کی شاعری کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا۔ اسلامی ممالک میں شاید افغانستان وہ واحد خوش قسمت اسلامی ملک تھا، جہاں علامہ اقبال باقاعدہ مسافر بن کر تشریف لے گئے۔ ۲۳ رستمبر ۱۹۳۳ء کو نادرشاہ غازی نے تعلیمی امور کے سلسلے میں علامہ اقبال، سر راس مسعود اور سید سلیمان ندوی جیسے علما کے مشوروں سے فائدہ اٹھانے کے لیے ان کو افغانستان آنے کی دعوت دی۔ کسے معلوم قیام افغانستان کے دوران علامہ کو کابل سے ایران کی خوشبو محسوس ہوئی ہوگی اور ان کے دل میں ایران جانے کی تمنا پیدا ہوئی ہو۔ اس سفر کی خبر افغانستان کے فارسی اخبارات

میں چھپی۔ کہا جاتا ہے کہ ان اخبارات میں سے بعض ایران کو بھی بھیجے جاتے تھے۔ خاص طور پر مجلہ کابل کے نسخے باقاعدگی سے ایران کی ادبی محافل و مراکز کو ارسال ہوتے تھے۔ علامہ اقبال کے سفر اور ان کی شخصیت اور شاعری سے متعلق مضامین اور خبریں بعض ایرانی شعرا، ادیب اور دانش وروں تک پہنچ گئے۔ اب خواص میں علامہ اقبال کا نام بہ طور فارسی شاعر اور فلسفی مشہور ہوگیا ہے۔ اس بارے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ مجلہ کابل کا یہ فارسی مضمون علامہ اقبال کے تعارف میں دوسرا فارسی مضمون ہے۔[۳] پہلا مضمون سید محمد علی داعی الاسلام کا ہے جس کے بارے میں وضاحت پیش کی جائے گی۔ اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ سورج کی کرنیں بادلوں کی اوٹ سے بھی کائنات کو منور کرتی ہیں۔ علامہ اقبال عالم اسلام کے ایسے سورج ہیں جن کے افکار و خیالات اور کلام کی شعاعیں دنیا کے کونے کونے میں ایسی پھیل گئیں کہ ہر ناظر کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ دیر سے سہی، لیکن بہ ہر حال ان کا اسم گرامی ایران میں بھی مشہور ہوگیا اور مقبولیت، عزت اور تکریم کے آسمانوں کو چھونے لگا۔ ان باتوں کے پیش نظر ذیل میں علامہ اقبال سے ایرانیوں کی واقفیت کے ابتدائی دور میں چار اہم دانش وروں اور متعارف کرنے والوں اور ان کے اس سلسلے میں طریقہ تعارف اور تصانیف کا جائزہ لیا جائے گا۔

1- سید محمد علی لاریجانی داعی الاسلام (۱۲۹۵ھ.ق-۱۳۷۱ھ.ق)

سید محمد علی جنہیں عیسائی مشنیریوں کے مقابلے میں اسلام سے دفاع کے صلے میں قاجاری خاندان کے مظفرالدین شاہ کی طرف سے "داعی الاسلام" کا خطاب مع "جبہ و ترمہ" (کشمیرہ لبادّہ) ملا[۴]، 25 سال کے قریب حیدرآباد دکن میں مقیم رہے اور تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ عثمانیہ یونیورسٹی میں فارسی زبان وادب کے استاد کے طور پر نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ان کا ایک مشہور علمی کارنامہ فرہنگ نظام ہے۔ قارئین کو بہ خوبی معلوم ہے کہ علامہ اقبال نے حیدرآباد دکن کے دو سفر کیے۔ ایک مارچ 1910ء میں اور دوسرا جنوری 1929ء کو۔ دوسرے سفر میں انھوں نے حیدرآباد میں تین لیکچر بھی دیئے۔[۵] مرحوم محیط طباطبائی کا خیال ہے کہ داعی الاسلام اس وقت حیدرآباد میں مقیم تھے اور جامعہ عثمانیہ میں بہ طور استاد فارسی زبان وادب کی تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ اسی دوران انھوں نے ایک تفصیلی مضمون علامہ اقبال کی شاعری اور شخصیت کے تعارف میں لکھ کر معارف حیدرآباد دکن سے شائع کیا۔[۶] وہ ایک اور مضمون میں داعی الاسلام کی اقبال شناسی کے ضمن میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ داعی الاسلام نے انجمن جامعہ معارف حیدرآباد کی ایک نشست میں ایک خطبہ بھی دیا اور مذکورہ مضمون اسی خطبے کا نتیجہ ہے۔[۷] انھوں نے اس کے چند نسخے ایرانی دانش وروں کی آگاہی کے لیے بھیجے ہوں گے۔ 1930ء میں تہران میں اس مضمون کا ایک نسخہ ایک کتاب فروش نے محیط طباطبائی کو دیا تھا۔ یہ مضمون علامہ اقبال کی وفات سے کم از کم دس سال پہلے لکھا گیا ہے اور کابل اور تہران میں جنھوں نے اس تاریخ کے بعد علامہ اقبال اور ان کی شاعری پر مضامین لکھے، اس مضمون سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔[۸] یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس دوران، علامہ اقبال کی شاعری کا دور چہارم کا آغاز ہوگیا تھا اور ہندوستان کے ہر شہر میں وہ ہمہ گیر شہرت و مقبولیت کے عروج تک پہنچ گئے تھے۔ داعی الاسلام کے اس

مضمون میں علامہ اقبال کی اس آفاقی شہرت ومقبولیت کا ذکر یقیناً ہوا ہوگا۔

2-سید محمد محیط طباطبائی (1901ء-1992ء)

محیط کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ خودساختہ عالم تھے[۹] اور وہ خود تمام عمر طالب علم اور خود اپنا استاد تھے۔ ان کو فارسی زبان وادب پر مکمل گرفت کے ساتھ ساتھ عربی پر بڑا عبور حاصل تھا۔ نیز انگریزی اور فرانسیسی اور پہلوی، سُغدی، خوارزمی، اوستایی جیسی ماقبل اسلام ایرانی زبانوں کو بہ خوبی جانتے تھے[۱۰] مرحوم محیط کوایران میں علامہ اقبال کے پہلے متعارف کرنے والوں میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری سے اپنی آشنائی کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ 1925ء سے 1930ء کے درمیان ان ہندی نژاد مہاجروں سے جو ایران - انگلستان کمپنی اور اہواز تجارتی کمپنی میں نوکری کرتے تھے، اقبال کے نام سے واقف ہوئے اوران کی فارسی شاعری کے بعض مجموعے مثلاً مثنوی اسرار خودی اور رموز بے خودی اور پیام مشرق کو حاصل کرلیا۔ اس دوران اقبال کی شاعری کا مطالعہ تو ہوتا تھا، لیکن ان کی اپنی شخصیت کے بارے میں صحیح طور پر واقفیت نہیں تھی۔ جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں بھی لکھا گیا ہے، محیط کو 1930 میں مرحوم داعی الاسلام کے مضمون "اقبال وشعر فارسی" تک تہران میں رسائی حاصل ہوئی۔ اس مضمون کے بارے میں وہ یوں رقمطراز ہیں: "معلوم ساخت کہ قہرمان شعر فارسی جدید در جہت شرقی قلمرو قدیم زبان دری، مردی است کشمیری، زادہ سیالکوت پنجاب کہ در ہند و اروپا مراتب عالیہ تحصیلی را گذراندہ و پس از بازگشت بہ وطن زبان فارسی را وسیلہ بیان مقصد، در خدمت بہ دین و دنیای ہموطنان و ہم کیشان خویش قرار دادہ و ہنر و استعداد خدا دادہ را در راہ تامین ہدف وآرزوی سید جمال الدین اسدآبادی معروف بہ افغانی راجع بہ اتحاد عالم اسلامی نہادہ است۔"[۱۱] اس اقتباس سے محیط کی اقبالیات پر پوری گرفت کا بہ خوبی پتہ چلتا ہے۔ وہ اقبال کو فارسی دری کے جانب مشرق خطے یعنی ہندوستان کی فارسی شاعری کے قہرمان کا نام دیتے ہیں۔ ان کا آبائی وطن کشمیر ہے اور خود پنجاب کے ایک شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ہیں۔ انھوں نے ہندوستان اور یورپ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد فارسی زبان کو اپنے ہم وطنوں کے دین و دنیا کی ترقی کے لیے استعمال کیا ہے۔ علامہ نے اپنی علمی استعداد و قابلیت کوسید جمال الدین کی آرزو یعنی عالم اسلام کے اتحاد کوشرمندہ تعبیر کرنے پر مبذول کیا۔ جیسا کہ اس سے پیش تر علامہ اقبال کے تعارف میں دو مضامین کا ذکر ہوا، مرحوم محیط کا یہ خیال ہے کہ اس سلسلے میں تیسرا مضمون ان کا اپنا وہ مضمون ہے جو علامہ کی وفات کی خبر کی اشاعت کے بعد 1938ء میں مجلّہ ارمغان میں لکھا ہے۔ اس مضمون کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ اس مضمون کے ذریعے اہل وطن کو علامہ کی سوانح اور نام وشہرت سے واقف کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس پر مزید خود ہندوستان میں بھی علامہ اقبال کی نسبت ایرانیوں کی نادانستہ غفلت سے جو رنجش پیدا ہوئی وہ اس مضمون کی اشاعت سے کسی طرح دور ہوئی ہوگی۔[۱۲]

محیط طباطبائی نے علامہ اقبال کے تعارف میں کم از کم چار مضامین لکھے ہیں:

1- پہلا مضمون وہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔

2- دوسرا مضمون "اقبال و زبان فارسی" ۱۹۷۴ء میں مجلّہ گوہر کے شمارہ نمبر ۱۵ میں چھپا۔

3- تیسرا مضمون "اقبال: شاعری کہ باید او را درست شناخت 1977" ء میں مجلّہ گوہر کے شمارہ نمبر 54 میں چھپا۔

4- چوتھا مضمون "ذکر خیری از اقبال شاعر لاہوری" 1990ء کو، مجلّہ کیہان فرہنگی کے شمارہ 74 میں چھپا۔

پہلے مضمون کے بارے میں مختصر وضاحت پیش ہوئی۔ دوسرے مضمون میں محیط طباطبائی نے برصغیر پاک و ہند میں فارسی زبان وادب کی کئی صدیوں سے مقبولیت کے ذکر کے بعد، انیسویں صدی میں اس کے رواج اور قبولیت میں زوال کا ذکر کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان حالات میں بعض ادیبوں اور مفکروں کو قدیم اسلامی دور کے احیا کی فکر لاحق ہوئی۔ اس سلسلے میں وہ علامہ اقبال کے بارے میں لکھتے ہیں: "اقبال بہ اختیار زبان فارسی کوشید تا روح حکمت جدید خود را کہ از سیر درتحول اندیشہ اسلامی بہ دست آوردہ بود، در قالب فکری نسل جدید ہند بدمد۔" [۱۳]

اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ علامہ نے فارسی زبان کو اختیار کرنے کے بعد اپنے جدید فلسفے کی روح کو جو اسلامی تفکر میں تبدیلیوں پر غور وخوض کے بعد ان کو حاصل ہوئی تھی، جدید نسل کے فکری ساخت میں پھونکنے کی کوشش کی۔ آگے جا کر وہ علامہ اقبال کی عالم اسلام کے سیاسی، ثقافتی اور ادبی میدانوں میں شہرت و مقبولیت کو بے نظیر کہتے ہوئے ان کو شرق وغرب میں تمام اسلامی مفکرین اور مصنفوں میں برتر جانتے ہیں۔[۱۴] مرحوم محیط کا یہ خیال ہے کہ حتی کہ مشرقی اسلامی دنیا میں (مراد ہندوستان میں) بھی ان کی حقیقی معرفت کا حق ادا نہیں ہوا اور اس سلسلے میں ان کے مخالفین اس راستے میں رکاوٹ کا باعث بنے۔[۱۵]

محیط طباطبائی اپنے مضامین میں اکثر اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ ۱۹۳۳ء میں جب فارسی کے مشہور شاعر حکیم ابوالقاسم فردوسی کے ہزار سالہ جشن کا انعقاد ہوا، اکثر مدعوین کے لیے یہ سوال اہم تھا کہ دیگر غیر ملکی مدعوین میں اخیر صدی میں سب سے مقبول ومشہور فارسی گو شاعر علامہ اقبال کو کیوں مدعو نہیں کیا گیا؟ اس جشن کے دوران محیط طباطبائی نے فردوسی پر اپنا مضمون بہ عنوان "عقیدہ دینی فردوسی" مشہور افغانی شاعر سرور خان گویا کے ہاتھوں علامہ اقبال کی خدمت میں ارسال کیا۔ بعد میں علامہ نے سرور خان گویا کو مضمون کی وصولی کا خط لکھا اور گویا مرحوم نے اس کی نقل محیط کو بھی ارسال کی تھی۔ وہ اس مضمون کے سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایرانی وزارت خارجہ کے ایک کارکن نے علامہ اقبال سے شملہ میں ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات میں فردوسی کے متعلق ملنے والے مضامین کا ذکر علامہ نے ان سے کیا تھا اور بہ ظاہر یہ بھی فرمایا تھا کہ محیط کا مضمون میرے خیالات سے ہم آہنگ تھا۔[۱۶] محیط نے اپنے تیسرے مضمون میں بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور مزید یہ لکھا ہے کہ اس مضمون کے سلسلے میں سرور کے خط میں اس بات کا ذکر بھی ملتا ہے کہ گویا علامہ کو یہ خیال تھا کہ اس مضمون کو اردو میں ترجمہ کرنے یا کرانے کے بعد، لاہور کے کسی رسالے میں اپنے پیش گفتار کے ساتھ شائع کریں گے۔[۱۷]

مرحوم محیط کے تیسرے مضمون کا عنوان بھی دلچسپ ہے: "اقبال شاعری کہ باید او را درست شناخت":

"اقبال، وہ شاعر جن کو صحیح طور پر پہچاننا چاہیے۔" انھوں نے یہ عنوان 1977ء میں اپنے مضمون کے لیے منتخب کیا۔ لیکن اس کی معنویت اور ضرورت اس وقت یعنی 2017ء میں بھی اُسی شدّ و مدّ کے ساتھ محسوس ہے۔ اس مضمون سے مذکورہ بالا سطور میں مختلف مقامات میں اقتباسات پیش ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کے تعارف اور وضاحت میں باقی حصوں اور امور کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔ اس مضمون میں وہ ایک واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، "میجر راشد" (ن۔م راشد)، جو تہران میں انگریزی- ہندی فوجی کی حیثیت سے تعینات تھے اور عشق اقبال سے مملو تھے، علامہ کی ساتویں برسی کو "انجمن روابط ایران و ہند" کے تحت، "محکمہ آثار قدیمہ کے ہال میں منعقد کیا۔ اس نشست میں چند معروف سیاست دان، ادیب و شاعر شریک ہوئے۔ اس دن حاضرین کی، اقبال کی بہ نسبت عزت و تکریم مثالی تھی۔ علامہ کے بارے میں ایسی تقریریں سننے میں آئیں کہ جس کی نظیر اس سے پہلے تہران میں کبھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی تھیں۔ مجلّہ محیط کا اس موضوع پر جو خاص نمبر پہلے سے تیار کیا گیا تھا، حاضرین میں تقسیم ہوا۔ اور باقی ن۔م راشد کی سپرد ہوئے۔ [۱۸]

محیط طباطبائی کا خیال ہے کہ ایران میں علامہ اقبال کی شناخت، شہرت اور مقبولیت میں تشکیل پاکستان کے بعد پاکستانی سفارت خانے میں تعینات کلچرل اتاشی ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی کا کردار بہت نمایاں ہے۔ وہ ہر سال تہران میں علامہ اقبال کی یاد میں نشستیں منعقد کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی ایک فارسی کتاب رومی عصر جو 1953ء میں تہران شائع ہوئی، خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

محیط طباطبائی کا چوتھا مضمون بہ عنوان "اقبال شاعر لاہوری کا ذکر خیر" ہے۔ یہ مضمون ایک فارسی رسالہ کیہان فرہنگی میں علامہ اقبال کی 53 ویں برسی کی مناسبت سے چھپا ہے۔ اس مضمون میں بھی وہی باتیں ہیں جو دوسرے اور تیسرے مضامین میں نظر آتی ہیں۔ یہاں بھی علامہ اقبال کی فارسی دانی اور اس زبان و ادب میں ان کی مہارت کا اعتراف ملتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ ان کے افکار، خیالات اور تصورات کو مکمل ادراک کر کے وضاحت کرتے ہیں۔ تشکیل پاکستان کے بعد 1949ء میں وزارت فرہنگ کے حکم سے محیط طباطبائی کو ایک سیمینار میں شرکت کے لیے میسور جانا ہوا۔ اس سال علامہ کی سالگرہ کی تقریبات، حالات کی وجہ سے منعقد نہیں ہوئی تھیں۔ اس وقت خواجہ غلام السیدین ممبئی میں وزیر معارف تھے۔ ان کو یہ تجویز پیش کی گئی کہ اس وقت علامہ اقبال کے لیے ایک نشست کا اہتمام کیا جائے۔ منظوری ملنے کے بعد، اس نشست میں مختلف ممالک سے مدعو ادبی و ثقافتی مدعوین نے شرکت کی۔ محیط کہتے ہیں کہ میں نے اردو اور فارسی کے مشترکہ فارسی الفاظ کی مدد سے فارسی میں ایک ایسی تقریر کی جو کہ اکثر حاضرین کو پسند آئی۔ [۱۹]

3- سعید نفیسی (1895ء-1966ء)

ایران میں قدیم اقبال شناسوں اور متعارف کرنے والوں میں ایک اہم نام سعید نفیسی کا بھی ہے۔ پروفیسر شیخ محمد اقبال کے ذریعے علامہ اقبال نے اپنی فارسی شاعری کے مجموعے نفیسی کو بھجوائے۔ نفیسی نے علامہ اقبال کو دو خط لکھے اور علامہ اقبال نے بھی جواباً دو فارسی خطوط میں ان کے جذبات کا جواب دیا۔ مرحوم نفیسی کے نام علامہ اقبال

کے خطوط دستیاب نہیں، لیکن علامہ کے دونوں خطوط ڈاکٹر نفیسی کے پاس محفوظ تھے جو بعد میں مختلف رسائل میں شائع ہوئے۔ 26 اگست 1932ء میں نفیسی کے نام علامہ کا فارسی خط ملاحظہ فرمائیں:

"خطِ دست آقای بوسیلہ سرکار پروفیسر محمد اقبال صاحب راہی کردہ بودید، حاصل شدہ۔ سالہا ی دراز است کہ میل و آرزوی ایران شما را در صمیم می پرورم و یگانہ محصول ذرہ نمای وجود راسخن فارسی می دانم۔ این کہ سخن پارسیم مطلوب و مقبول ہمچون آقای دانشمند بہ نامی کہ میزان ذوق و ادب ایرانست ، باشد، مایہ فخر و دلداری این نیازمند است۔ یقین دارم کہ جزو زبور عجم مرا بخدمت شما راہ نبودہ است و پیام مشرق را بہ ہمین ہفتہ بخدمت فرستادہ می کنم۔ والسلام مع الف احترام، نیاز کیش، محمد اقبال۔" [۲۰]

اس چند سطور کے خط کو پڑھ کر علامہ کے ایران اور ایرانی دانش وروں کی بہ نسبت جذبات وعواطف کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ نیز ان کے نزدیک ان کے اپنے فارسی کلام کی اہمیت کا بھی بہ خوبی پتہ چلتا ہے۔ 4 نومبر 1932 کو علامہ اقبال نے سعید نفیسی کو دوسرا خط لکھا۔ اس کا فارسی متن ملاحظہ فرمائیں: "مخدوم مکرم دانشمند: خط دست دیگر کہ بہ فخر وشرف این نیازمند رقم زدہ شدہ بود بہ ہمین ہفت ہشت روز شرف وصول داد. از اینکہ پیام مشرق، ہمچنان زبور عجم پسندیدہ خدمت مخدوم دانش وری آقای بودہ است وسخن پارسی آن رام پسند داشتہ اید ، این نیازمند را سربلند میگرداند و ہم چندان کہ دانش وران ایران میل و ہوس دیدار این نیازمند دارند، این نیازمند آرزوئے ایشان و خاک ایران میکشد. ناتوانی وفسردگی خاطر تواند کہ خار راہ گردد. چندے دیگر سفری بہ افغانستان در پیش است و آرزوی آن دارد کہ باری چشم بہ ایران باز کند. آرزوئے دیگر دیدار آن مشفق مخدوم است ک از اللہ سبحانہٗ وتعالی میخواہم۔ والسلام مع الاحترام، نیاز کیش، محمد اقبال." [۲۱]

اب اس اقتباس کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: " جس طرح ایران کے ادبا اور فضلا کو مجھ سے ملنے کی آرزو ہے، اسی طرح نیازمند بھی ان سے ملنے اور ایران کو دیکھنے کا آرزومند ہے، لیکن ممکن ہے میری کمزوری اور علالت اس راہ میں رکاوٹ پیدا کردے۔ کچھ عرصہ بعد مجھے افغانستان کا سفر درپیش ہے اور میری خدا سے دعا ہے کہ آپ جیسے شفیق اور مہربان دوست سے بھی ملاقات ہوسکے۔[۲۲] اس خط میں بھی علامہ اقبال کی ایران کو نزدیک سے دیکھنے کی تمنا اور ایرانی دانش وروں سے مل بیٹھنے کی آرزو صاف ظاہر ہے۔ سعید نفیسی نے اقبال اکادمی کی طرف سے خواجہ عبدالحمید عرفانی کی تحریک سے اور ممتاز حسن نائب صدر اقبال اکادمی کی دعوت پر دو مہینے کے لگ بھگ پاکستان میں قیام کیا اور مختلف شہروں میں پاکستانی دانش وروں سے ملاقاتیں کیں۔[۲۳] اس سفر کے دوران انھوں نے لاہور میں مزار اقبال کی زیارت کی اور زیارت کے دوران ایک قطعہ کہا:

بہ خاک پاک تو آمد غباری از ایران
گشای چشم و سر از خواب یک زمان بردار

ز خاک سعدی و فردوسی آمدم برخیز!
پیام حافظ آورده ام بشو بیدار
بدست من گلی از بوستان مولاناست
بپای خیز که تا بر سرت نثار کنم
ہزار بار مرا آرزوی دیدن تو بود
چه می شود که ببینم جمال تو یک بار
کنون که بختم شد راہنما به پاکستان
دریغ و درد که اقبال نیست با من یار
زجان و دل تو نفیسی ببوس خاک درش
که بود امید فراوان و آرزو بسیار [۲۴]

دیکھیے مرحوم سعید نفیسی کس انکسار اور احترام سے علامہ اقبال سے مخاطب ہیں کہ آپ کی خاک پر ایران سے غبار کا ایک ذرہ آیا ہے، اب آنکھیں کھول دیں اور ایک لمحہ کے لیے نیند سے جاگ اٹھیں۔ میں سعدی و فردوسی کی سرزمین سے آیا ہوں، اٹھ جائیں! حافظ کا پیغام لے کر آیا ہوں، جاگ اٹھیں۔ مولانا روم کے باغ سے میرے ہاتھ میں ایک پھول ہے، اٹھیں تا کہ اس کو آپ کے سر پر نچھاور کروں۔ مجھے ہزاروں بار آپ سے ملنے کی تمنا تھی، کیا ہوتا ہے کہ میں بھی آپ کے جمال کا ایک بار نظارہ کر پاتا اب کہ میرے بخت نے مجھے پاکستان کی طرف رہنمائی کی ہے، دریغا و دردا کہ بخت یاور نہیں۔ اے نفیسی تو جان و دل کی گہرائیوں سے ان کے در کے آستانے پر بوسہ لگاؤ کہ تمھیں بہت سی امیدیں اور آرزوئیں تھیں۔

-4 ڈاکٹر سید غلام رضا سعیدی (1895ء-1988ء)

سید غلام رضا سعیدی کو عالم اسلام کو مسائل سے بڑی دلچسپی تھی اور اس دور میں جن مشکلات نے مسلمانوں کو اپنے گھیرے میں لیا تھا، بہ خوبی ان سے واقف تھے۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ اسلامی دنیا متحد ہوکر بیرونی و داخلی مسائل کے حل کے لیے صحیح طریقہ اپنائیں۔ وہ ایک قابل اور کامیاب محقق اور مترجم بھی تھے۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اچھی مہارت رکھتے۔ اس وجہ سے ان کو سید جمال الدین اسدآبادی کے افکار و خیالات کے بارے میں اعلیٰ سطح کی اطلاعات حاصل ہوئی تھیں۔ بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں عربی اخبار و رسائل، خاص طور پر مصر سے آنے والے اخبارات کے مطالعے سے مسلمانوں کے باہمی اتحاد میں سید جمال کے کردار کا انھیں بہ خوبی معلوم ہوگیا تھا۔ ان کی ایک کتاب مفکر شرق، سید جمال الدین اسدآبادی اسی آگاہی کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے پہلے متحدہ ہندوستان میں اور تشکیل پاکستان کے بعد، پاکستان میں کئی سفر کیے۔ انھوں نے 1924ء میں علی گڑھ کا سفر کیا اور

چار مہینے کے لگ بھگ وہاں قیام کیا[۲۵]۔ اس سفر کے دوران مولانا محمد علی جوہر سے انھیں ملنے اور ہم نشینی کے بہت سے مواقع میسر ہوئے۔ علامہ اقبال کے افکار وخیالات سے ہندوستان ہی میں آشنائی کے بعد، ملی مسائل اور مغرب اور مغربی مفکروں پر ان کے تنقیدی افکار وخیالات کو پسند کیا۔[۲۶] پیام مشرق علامہ کی شاعری کا وہ پہلا مجموعہ جس کو مرحوم سعیدی نے بہت سراہا ہے اور کہا ہے کہ پیام مشرق ہی نے ان کو جھنجھوڑ دیا ہے اور علامہ اقبال نے ان کو مغرب پسندی سے نجات دلائی ہے: پیام مشرق اولین نوشتہ اقبال بود کہ مرا تکان داد... اقبال بندہ را از غرب زدگی نجات داد وگفت:

بیا کہ ساز فرنگ از نوا در افتادست
درون سینۂ او نغمہ نیست فریاد است[۲۷]

ڈاکٹر سعیدی نے علامہ اقبال اور ان کے افکار وخیالات کے ایران میں تعارف اور وضاحت میں دو کتابیں اور کئی مضامین لکھ کر علامہ اقبال پر منعقدہ تقریبات میں کئی تقریریں کیں۔ اخبارات میں علامہ اقبال سے متعلق ان کے انٹرویوز شائع ہوگئے۔ ان کی پہلی کتاب اقبال شناسی اور دوسری اندیشہ ہای اقبال لاہوری ہے۔

دوسری کتاب میں ایران میں علامہ اقبال کے افکار وخیالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ایک باب میں علامہ کی سوانح کا ذکر ہے اور ان کی شاعری کے بارے میں تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ علامہ اقبال کا بہ طور ایک مفکر ایک الگ باب میں تفصیلی سے تعارف پیش کیا گیا ہے دیگر ابواب میں علامہ اقبال بہ طور معمار پاکستان اور پاکستان کی تشکیل کی ضرورت پر بحث ملتی ہے۔ علامہ کے نزدیک اسلامی تعلیمات وتربیت کے مقاصد کیا ہیں ایک دوسرے باب کا موضوع ہے۔ برصغیر سے باہر علامہ کی شناخت اور تعارف کا ایک مطالعہ بھی سعیدی مرحوم نے اس کتاب میں پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر سعیدی نے 1964ء میں علامہ اقبال کا خطبہ الہ آباد کا فارسی ترجمہ " خطبہ ای کہ کشوری را بہ وجود آورد: یعنی وہ خطبہ جس نے ایک ملک بنایا" کے عنوان سے کیا اور مکتب اسلام نامی ایک رسالے میں شائع کیا۔ ترجمے کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ قارئین کو معلوم ہے کہ پاکستان کی تشکیل کو اب سترہواں سال ہوگیا ہے۔ اب اس کا شمار بڑے اسلامی ممالک میں ہوتا ہے۔ سعیدی کے خیال میں تشکیل پاکستان قائد اعظم محمد جناح کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔اس کے باوجود اس نومولود ملک کا خاکہ جو " علامہ اقبال" کے فکر کا نتیجہ ہے، 1933ء میں الہ آباد شہر میں ہندوستانی مسلمانوں کے مجمع میں پیش کیا گیا۔[۲۸]

ایک انٹرویو کے دوران ڈاکٹر سعیدی سے یہ پوچھا گیا کہ آپ نے علامہ اقبال کے خیالات میں کیا دیکھا کہ آپ کے فکری میلانات کو ان خیالات سے کیسی تقویت پہنچی؟ جواب میں انھوں نے فرمایا کہ ان کا اصلی جوہر درک اسلام ہے مطلب وہ اسلام ہے جسے وہ اور ان کے ہمفکروں نے [صحیح طور پر] پہچانا... کیمبرج سے تعلیم حاصل کرنے اور جرمنی سے ڈاکٹریٹ کی سند اخذ کرنے کے باوجود، قرآنی منطق کی مدد سے وہ ایسے مقام پر پہنچتے ہیں کہ

بالآخر اپنے ہم عصروں میں بڑے اسلامی مفکرین میں شمار ہوتے ہیں۔[۲۹] 1970ء کو حسینیہ ارشاد تہران میں علامہ اقبال کی برسی پر ایک نشست کا انعقاد کیا گیا۔ اس نشست میں محیط طباطبایی نے ''شناسائی اقبال'' کے نام سے، ن۔ م راشد نے " جہان بنی اقبال" کے عنوان سے اور ڈاکٹر غلام رضا سعیدی نے ''اقبال مسلمان'' کے عنوان سے اپنے اپنے مضامین پیش کیے۔[۳۰]

سید محمد علی داعی الاسلام، سید محمد محیط طباطبائی، سعید نفیسی اور ڈاکٹر سید غلام رضا سعیدی کو ایران میں علامہ اقبال کو ابتدائی طور پر متعارف کروانے والے ادیبوں کی حیثیت حاصل ہے۔ داعی الاسلام حیدرآباد دکن میں بہت عرصہ مقیم رہے اور علامہ مرحوم کی شاعری کی ہندوستان میں اہمیت کا سامنے سے مشاہدہ کیا، محیط طباطبائی اور ڈاکٹر سعیدی بھی علامہ کے نام سے ہندوستان ہی میں واقف ہوگئے اور ان کی ہندوستانی عوام وخواص میں بہ طور شاعر اور مفکر پذیرائی کو محسوس کیا۔ انھی حضرات کی بدولت اور ان کے مضامین اور کتابوں سے بعد کے ایرانی دانش ور، علامہ اقبال سے متعارف ہوئے۔ بعد کے دور کے اساتذہ میں سے 1941ء میں علامہ اقبال کی کے شاعری پر ڈاکٹر مجتبی مینوی نے ایک کتاب اقبال لاہوری کے نام سے فارسی زبان میں لکھی۔ یہ کتاب ۱۹۴۹ء میں مجلّہ یغما کی یطرف سے پورے اہتمام کے ساتھ شائع ہوئی[۳۱]۔ ملک الشعرا بہار کا نام بھی اس سلسلے میں بہت اہم ہے۔" انجمن فرہنگی ایران و ہند" کی 1943ء والی نشست میں انھوں نے ایک نظم میں اقبال کے متعلق یہ شعر بھی پڑھا تھا:

عصر حاضر خاصہ اقبال گشت　　　واحدی کز صد ہزاران برگذشت

موجودہ دور علامہ اقبال کا دور ہے اور وہ اکیلا عظیم انسان ہے جو لاکھوں اشخاص پر سبقت لے گیا۔[۳۲] جی ہاں عصر حاضر علامہ اقبال کے لیے مخصوص ہے۔ چونکہ وہ ایسے واحد انسان ہیں جن کی اہمیت لاکھوں سے بھی زیادہ ہے۔

ایران میں اقبال شناسی کے ابتدائی اہم شخصیات میں دوسرے اہم نام: علی اصغر حکمت، ڈاکٹر لطف علی صورت گر، صادق سرمد، ڈاکٹر محمد معین، ڈاکٹر محمد حسین مشایخ فریدنی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس پر مزید خواجہ عبدالحمید عرفانی، ن۔م راشد، ڈاکٹر شہریار یا حیدر نقوی جیسے چند پاکستانی الاصل دانش ور اور اقبال دوست شخصیات بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

توضیحات وحواشی

۱۔ کلیات فارسی اقبال، پیام مشرق، ص317
۲۔ مجلّہ گوہر: اقبالشاعری کہ بایداورا درست شناخت، سید محمد محیط طباطبایی، شمارہ 54، ص427
۳۔ ایضاً، ص 428
۴۔ تاریخ جراید و مجلات ایران، ج1، صدر ہاشمی، ص233
۵۔ رفیع الدین ہاشمی، اقبالیات تفہیم و تجزی، طبع دوم 2010ء، صص 17-20
۶۔ مجلہ گوہر: اقبال شاعری کہ بایداورا درست شناخت، سید محمد محیط طباطبایی، شہریور 1356، شمارہ 54، ص427
۷۔ مجلّہ گوہر: اقبال و زبان فارسی، سید محمد محیط طباطبایی، خرداد 1353، شمارہ 15، ص208

۸۔ مجلّہ کیهان فرهنگی: ذکر خیری از اقبال شاعر لاہوری، سید محمد محیط طباطبایی، اردیبهشت 1369، شمارہ 74، ص 51
۹۔ مجلّہ کلک: یاد و یادبودہا: محیط طباطبائی عالم خودساختہ، سید محمد رضا جلالی نائینی، شہریور 1371، شمارہ 30، ص 270
۱۰۔ مجلّہ رشد معلم: سید محمد محیط طباطبایی، اسغند یار محمدی، آذرماہ 1391، شمارہ 269، ص 10
۱۱۔ مجلّہ گوہر: اقبال شاعری کہ باید اورا درست شناخت، سید محمد محیط طباطبایی، شہریور 1356، شمارہ 54، ص 427
۱۲۔ ایضاً، ص 428
۱۳۔ مجلّہ گوہر: اقبال و زبان فارسی، سید محمد محیط طباطبایی، خرداد 1353، شمارہ 15، ص 207
۱۴۔ ایضاً
۱۵۔ ایضاً، ص 208-207
۱۶۔ ایضاً ص 208
۱۷۔ مجلّہ گوہر: اقبال شاعری کہ باید اورا درست شناخت، سید محمد محیط طباطبایی، شہریور 1356، شمارہ 54، ص 428
۱۸۔ مجلّہ کیهان فرهنگی: ذکر خیری از اقبال شاعر لاہوری، سید محمد محیط طباطبایی، اردیبهشت 1369، شمارہ 74، ص 51
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ مجلّہ: ہلال، استاد سعید نفیسی در پاکستان، عبدالحمید عرفانی، شمارہ 64 ص 5-4
۲۱۔ احسن، عبدالشکور، اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ، صص 559-558
۲۲۔ ابومعاذ، اہل فارس کی فکری و عملی میراث اور علامہ اقبال، 2008ء، ص 316
۲۳۔ مجلّہ: ہلال، استاد سعید نفیسی در پاکستان، عبدالحمید عرفانی، شمارہ 64 ص 5
۲۴۔ ایضاً، ص 6
۲۵۔ کیهان فرهنگی: استاد سید غلام رضا سعیدی حضور ہفتاد سالہ در مسیر تحقق احیای تفکر دینی، غلام رضا سعیدی، شمارہ 19، ص 6
۲۶۔ مجلّہ: فصلنامہ مطالعات تاریخی، گذری بر زندگی و کتابہای سید غلام رضا سعیدی، اکبر خوش زاد، شمارہ 4، ص 150
۲۷۔ کیهان فرهنگی: استاد سید غلام رضا سعیدی حضور ہفتاد سالہ در مسیر تحقق احیای تفکر دینی، غلام رضا سعیدی، شمارہ 19، ص 6
۲۸۔ مجلّہ مکتب اسلام: خطابہ ای کہ کشوری را بوجود آورد، محمد اقبال، مترجم: غلام رضا سعیدی، فروردین 1344، شمارہ 6، ص 18
۲۹۔ مجلّہ کیهان فرهنگی: استاد سید غلام رضا سعیدی حضور ہفتاد سالہ در مسیر تحقق احیای تفکر دینی، غلام رضا سعیدی، شمارہ 19، ص 7
۳۰۔ مجلّہ یغما: روز اقبال، 1349، شمارہ 260، ص 127
۳۱۔ ابومعاذ، اہل فارس کی فکری و عملی میراث اور علامہ اقبال، 2008ء، ص 328
۳۲۔ ایضاً، ص 323

منابع و مآخذ

کتب:

۱۔ احسن، عبدالشکور، اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ، اقبال اکادمی پاکستان، طبع دوم 2000 ء

۲۔ ابومعاذ، اہل فارس کی فکری و عملی میراث اور علامہ اقبال، 2008ء، مکتبہ دارالقرآن، لاہور

۲۔ اقبال، محمد، کلیات اقبال فارسی، 1972ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

۳۔ صدر ہاشمی، محمد، تاریخ جراید و مجلات ایران، ج 1، 1363، انتشارات کمال، اصفهان، ایران

۴۔ عرفانی، خواجہ عبدالحمید: رومی عصر شرح احوال و آثار علامہ محمد اقبال شاعر ملی پاکستان، کانون معرفت، 1332، تہران، ایران

۵۔ ہاشمی، رفیع الدین، اقبالیات تفہیم و تجزیہ، طبع دوم 2010ء، اقبال اکادمی، لاہور

رسائل:

۱۔ اقبال، محمد، مجلّہ: مکتب اسلام: خطابہ ای کہ کشوری را بوجود آورد: مترجم: سعیدی، غلام رضا، فروردین 1344، سال ششم، شمارہ 6

۲۔ ایوب، محمد، مجلّہ: ہلال: اقبال و سعید نفیسی، اردیبہشت 1335، شمارہ 15

۳۔ جلالی نائینی، سید محمد رضا، مجلّہ: کلک: یاد و یاد بودہا: محیط طباطبائی عالم خودساختہ، شہریور 1371، شمارہ 30

۴۔ خوش زاد، اکبر، مجلّہ: فصلنامہ مطالعات تاریخ: گذری بر زندگی و کتابہای سید غلام رضا سعیدی، پاییز 1383، شمارہ 4

۵۔ سعیدی، غلام رضا، مجلّہ: کیہان فرہنگی: استاد سید غلام رضا سعیدی حضور ہفتاد سالہ در مسیر تحقق احیای تفکر دینی، مہر 1364، شمارہ 19

۶۔ عرفانی، عبدالحمید، مجلّہ: ہلال: استاد سعید نفیسی در پاکستان، بہمن 1345، شمارہ

۷۔ مجلّہ: یغما: روز اقبال، اردیبہشت 1349، شمارہ 260

۸۔ محمدی، اسفندیار، مجلّہ: رشد معلم: سید محمد محیط طباطبایی، آذر ماہ 1391، شمارہ 269

۹۔ محیط طباطبایی، سید محمد، مجلّہ: کیہان فرہنگی: ذکر خیری از اقبال شاعر لاہوری، اردیبہشت 1369، شمارہ 74

۱۰۔ محیط طباطبایی، سید محمد، مجلّہ: گوہر: اقبال شاعری کہ باید او را درست شناخت، شہریور 1356، شمارہ 54

۱۱۔ محیط طباطبایی، سید محمد، مجلّہ: گوہر: اقبال و زبان فارسی، خرداد 1353، شمارہ 15